اردو

# عبقات

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تصنیف

مجدد الاسلام حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید قدس سرہ

ترجمہ: مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ

[illegible]

اُردُو

# عبقات

علمِ فلسفہ و تصوف اور حکمتِ الٰہیہ کے مسائل و مباحث کا خزینہ جس سے فکر و نظر کی گتھیاں سُلجھتی ہیں حیات و کائنات کی حقیقت کو سمجھنے اور وجود واجب تعالیٰ کی صفات سے روشناس ہونے کے لیے یہ کتاب مشعلِ ہدایت کا کام دے گی سالکینِ راہِ طریقت، جدید فلسفہ، علم نفسیات اور علم طبیعیات کے طالبعلموں کے لیے یکساں مفید

تصنیف

حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید قدس اللہ سرہٗ

ترجمہ: علامہ سید مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ

ادارۂ اسلامیات لاہور ۲

نظریں گڑی ہوئی ہیں، اسی لئے کہا جا سکتا ہے کہ سلوک کی الٰہیات کا موضوع شاید یہی تجلی ہے،

# عبقہ (۲۴)

## مشہودی تجلیات کا تذکرہ اس عبقہ میں کیا جائے گا،

(اب تک تو کمالی تجلیات کا ذکر تھا لیکن اب کچھ ان شہودی تجلیات کا تذکرہ کیا جاتا ہے، جن سے کسی خاص شخص کی تربیت مقصود ہوتی ہے، جیسے حضرت موسیٰؑ کی آگ والی تجلی کا حال ہے) ان ہی شہودی مثالی تجلیوں میں ایک تجلی وہ بھی ہے جس کا ذکر (حدیثوں) میں بایں الفاظ کیا گیا ہے، کہ نچلے آسمان پر ہر شب حق تعالیٰ نازل ہوتے ہیں، یعنے انسان مثالی پر جو تجلی قائم ہے اس کا ظہور نچلے آسمان کے خیال میں جو ہوتا ہے، یہ اسی کی تعبیر ہے، اور یہ ظہور نتیجہ ہوتا ہے، ان استعدادی کارروائیوں کا جنھیں سماوی اوضاع انجام دیتے ہیں، (یعنے آسمان کے حرکات اور آسمانی ستاروں کے مختلف محل طلوع و غروب وغیرہ سے اس کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے کہ نچلے آسمان کے خیال میں انسان مثالی کی تجلی کا ظہور ہو) مقصد اس ظہور کا یہ ہوتا ہے کہ انسان کے خیالات میں صفائی پیدا کی جائے اور عالم قدس کے رہنے والوں کے رنگ سے اس کو رنگین کیا جائے، (مذکورۂ بالا صلاحیتوں کے پیدا کرنے میں سب سے اچھا کام آفتاب اور سیارہ زہرہ کے اوضاع انجام دیتے ہیں اور ان دونوں سیاروں کے اوضاع میں سب سے بہترین وضع ان کی اس وقت ہوتی ہے، جب اوتاد اربعہ میں ان کا قیام ہوتا ہے

### اوقات نماز کے مصالح

خلاصہ یہ ہے کہ آفتاب جس وقت آسمان کے "وتد" میں ہوتا ہے. اس وقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں، زوال کے وقت نماز جو مقرر کی گئی ہے اس کی وجہ یہی ہے، اور اسی کے بعد مسلسل نماز کے اوقات یکے بعد دیگرے کرنے لگے ہیں پھر آفتاب جب مغربی افق میں پہنچ جاتا ہے، تو اس وقت وہ ساری چیزیں، جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، حق تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں مصروف ہو جاتی ہیں، مغرب کی نماز اس وقت اسی مصلحت سے مقرر کی گئی ہے، اور آفتاب جب زمین کے "وتد" پہ پہنچ جاتا ہے، تو اسی وقت اللہ تبارک و تعالیٰ نچلے آسمان پر نزول اجلال فرماتے ہیں، تہجد کی نماز کا یہی وقت جو مقرر کیا گیا ہے اس کی مصلحت یہی ہے، اسی طرح جب مشرقی افق سے آفتاب قریب ہو جاتا ہے، تب فرشتے نازل ہوتے ہیں اور عبادتوں کو وہ مدون کر دیتے ہیں، اور بندوں کے طاعات کا حق تعالیٰ کی طرف عروج بھی

اسی وقت میں ہوتا ہے، (قرآن میں جو فرمایا گیا ہے) کہ

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا ۔ صبح کی پڑھائی کے وقت (فرشتے) حاضر کئے جاتے ہیں

اس میں اسی کی طرف اشارہ ہے، بہر حال (اس تجلی) کے معدانی اسباب بے شمار ہیں، مثلاً ملائکہ کی تسبیح وتہلیل بنی آدم کے حسنات ماہتاب کے ساتھ آفتاب کا اجتماع، سیارۂ زہرہ کا آفتاب سے آگے بڑھ جانا پیچھے رہ جانا اسی طرح دوسرے ستاروں اور سیاروں کی نظریں ان سب کو اس میں دخل ہے، اور اسی قسم کے معدانی اسباب سے اس تجلی میں جو انسان مثالی پر قائم ہے، انشراح اور انبساط سرور وکیف پیدا ہوتا ہے، (اور ان ہی کی سلسلہ پیدائش سے) آدمی اس مقام پر پہونچ جاتا ہے جس کی حیثیت گویا اس امتیازی سرمایہ اور فضل کی ہے، جو علویات میں اور اس کون وفساد والے عالم میں مشترک[1] ہے۔ واللہ اعلم باسرارہ

## عبقہ (۲۵)

ان ہی شہودی مثالی تجلیوں کے ذیل میں تجلیات کا ایک غیر محدود سلسلہ بھی ہے جو یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتے رہتے ہیں، انسان مثالی پر جو تجلی قائم ہے، در حقیقت مختلف لباسوں میں اسی کے ظہور کی یہ مختلف شکلیں ہیں، ان کے ظہور کے اسباب کیا ہیں؟ ان کا شمار آسان نہیں ہے بلکہ سچی بات یہی ہے کہ ان مثالی شہودی تجلیوں کا احاطہ موجودہ عالم ہی میں قریب قریب ناممکن ہے، اسی پر آئندہ زندگی والے عالم کو قیاس کرو، یہی آئندہ زندگی جس کے متعلق قرآن میں فرمایا گیا ہے،

اَکْبَرُ دَرَجَاتٍ وَّاَکْبَرُ تَفْضِیْلًا ۔ پچھلی زندگی میں سب سے بڑھ کر درجوں میں اور بڑائی میں بھی ہے اس میں آئندہ زندگی والا عالم، بہت بڑھا ہوا ہے،

ایسے عالم میں ان کا کون احاطہ کرسکتا ہے،

## عبقہ (۲۶)

ان ہی شہودی تجلیات میں معنوی تجلیوں کا جو سلسلہ ہے، ان میں بعض تجلیاں ہیں جن سے قرب

---

[1] یعنے علویات کے بعض ایسے امتیازی صفات جیسا ہیں انسانوں کے برگزیدہ افراد بھی شریک ہو سکتے ہیں، ان صفات کو جو حاصل کرلیتا ہے گویا فرشتہ نہیں تو فرشتے کے مانند ہو جاتا ہے، ۲

فرائض والے حضرات سرفراز کئے جاتے ہیں، اس تجلی کی حقیقت یہ ہے، کہ صاحب قرب فرائض کی ملکوتی روح گویا شیشے کی چمنی اس تجلی کے لئے بن جاتی ہے جو انسان مثالی پر قائم ہے یا اسی انسان مثالی والی تجلی کے لئے وہ آئینہ ہوتی ہے اسی کا یہ اثر ہوتا ہے، کہ حظیرۃ القدس کا پرتو اور کمال عکس اس قرب فرائض والے شخص کی روح اور نفس اور نسمہ اثر جاتا ہے، اس مسئلہ کی تفصیل آگے بھی آئے گی، اسی کیفیت کی تعبیر "تائید روح القدس" کے الفاظ سے کرتے ہیں، دراصل وہی تجلی جو انسان مثالی پر قائم ہے، اسی کو "روح القدس" کہتے ہیں اور شخص کامل میں اس کی کامل صورت کا منعکس ہو جانا اسی کا نام "تائید" رکھ دیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہی آدمی جب اس تجلی سے سرفراز ہوتا ہے، تو جس طرح شخص اکبر کے قلب میں عرش والی تجلی جاری و ساری ہے، اسی طرح یہ انسان مثالی والی تجلی اس شخص کے نفس اور قلب میں پیوست ہو کر جاری و ساری ہو جاتی ہے، اور پورے طور پر اس کے قبضے میں وہ آ جاتا ہے، تو اب اس قسم کا آدمی حق تعالیٰ کے جوارح (آلہائے کار) میں سے ایک جارحہ اور آلہ کار بن جاتا ہے، پھر خدا ہی اس کی زبان پر بولتا ہے، (جیسا کہ حدیث میں آیا ہے)

| | |
|---|---|
| اذا قال اللہ علی لسان نبیہ سمع اللہ لمن حمدہ | جب کہا اللہ نے اپنے بندے کی زبان پر سن لیا اللہ نے اس شخص کی جس نے اس کی ستائش کی، |

اور اسی مقام کی طرف اشارہ اس حدیث میں کیا گیا ہے، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے،

| | |
|---|---|
| ویقضی اللہ علی لسان نبیہ ما یشاء | اور اللہ فیصلہ کرتا ہے اپنے پیغمبروں کی زبان پر جو کچھ چاہتا ہے، |

یا قرآنی آیات مثلاً،

| | |
|---|---|
| ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم | تحقیق جو تجھ سے اے پیغمبر، بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ ہی کا ہاتھ ہے ان ہاتھوں پر، |

یا

| | |
|---|---|
| ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی | اور نہ پھینکا تو نے جب پھینکا تم نے مگر اللہ نے پھینکا |

یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

| | |
|---|---|
| الحق ینطق علی لسان عمر | خدا عمر کی زبان پر بولتا ہے، |

یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ارشاد مبارک،

من اذانی فقد اذی اللّٰہ جس نے مجھے دکھ پہونچایا اس نے خدا کو دکھ پہونچایا۔

(یہ ساری باتیں اسی مقام سے تعلق رکھتی ہیں) بس یاد رکھنا چاہیے کہ قرب فرائض والے آدمی کے دکھ سے خدا کو بھی واقعی اذیت ہوتی ہے' لیکن یہ اذیت اسی تجلی کی راہ سے ہوتی ہے جو صاحب قرب فرائض کی روح پر قائم ہے۔

## عبقہ (۲۷)

(تجلیات شہودیہ) کی ایک قسم تجلیات صوریہ شہودیہ بھی ہیں' اسی سلسلہ کی وہ تجلی ہے جس کا خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معائنہ فرمایا جو مشہور روایت ہے' سلف صالح سے اس باب میں بکثرت روائتیں نقل کی گئی ہیں۔

میں نے امام احمد بن حنبل کے متعلق سنا ہے' کہ خواب میں حق تعالیٰ کو انھوں نے تقریباً سو دفعہ دیکھا اور حق تعالیٰ سے چند باتیں بھی دریافت کیں' ان تجلیوں کے متعلق مختصر الفاظ میں جو کچھ کہا جا سکتا ہے' وہ یہی ہے' کہ انسان مثالی پر جو تجلی قائم ہے' اسی کا ظہور محسوسات کے مختلف صورتوں کی قالب میں ہوتا ہے' پھر یہ صورتیں جس کی قالب میں اس تجلی کا ظہور ہوتا ہے' کبھی تو اس تجلی کی روشنی اور تابانی اشراق وظہور کو حسی امور مثلاً روشنی یا آفتاب یا ماہتاب یا ستاروں کی شکلوں میں نمایاں کرتی ہیں' اور کبھی اسی تجلی کی عظمت وجلال کو ان صورتوں کی شکل میں ظاہر کرتی ہیں جن کی عظمت وجلال سے دیکھنے والے کا دل معمور ہوتا ہے' مثلاً بادشاہ وغیرہ کی شکل میں' اور کبھی اس تجلی میں محبوبیت اور کشش کی جو کیفیت پائی جاتی ہے' اس کو ان محسوس چیزوں کے قالب میں ڈھال کر دکھاتی ہیں' جو دیکھنے والے کی نظر میں محبوب ہوں اور کشش رکھتی ہوں' مثلاً کسی خوبصورت عورت' یا حسین وجمیل نوجوان کی شکل میں اس کو دیکھتا ہے[1]' اسی طرح تجلی کی یہ شان کہ خلوص دل سے اس کی اطاعت کی جائے اور اس کے احکام کے آگے سر جھکا دیا جائے' اسی کیفیت کو کسی ایسی محسوس شکل میں نمایاں کرتی ہے جس کی اطاعت کو دیکھنے والا اپنا فرض خیال کرتا ہو' مثلاً پیر کی شکل میں اس کو دیکھتا ہے' علیٰ ہذا القیاس دوسری چیزوں کو تم سمجھ سکتے ہو۔

---

[1] یعنی اللہ تعالیٰ کو خواب میں ایک لڑکے کی شکل میں دیکھا ۱۲

# عبقہ (۲۸)

شہودی تجلیات جن کا عالم شہادت میں ظہور ہوا ہو، اسی لئے ان کو شہودیہ شہادیہ کہنا چاہیئے، دراصل اسی سلسلہ کی تجلی وہ ناری تجلی تھی جو وادی قدس میں موسیٰ علیہ السلام کے سامنے ظاہر ہوئی۔

میرا خیال ہے، کہ دنیا کی عام آگ جیسی وہ آگ نہ تھی بلکہ یہ واقعہ ہے، کہ وہاں صرف روشنی ہی روشنی تھی اشراق ہی اشراق تھا، جس کا ظہور اس ہوا میں ہو رہا تھا (جو وہاں پائی جارہی تھی جہاں پر یہ تجلی ہوئی تھی) اور اس تجلی کی پیدائش، نیز اس کی بقاء یہ دونوں باتیں صرف ملاء اعلیٰ کی ہمتوں اور حظیرۃ القدس کی عنایت، اور انسان مثالی کے التفات کے ساتھ وابستہ تھیں،

گویا عنصری آگ جو دنیا میں پائی جاتی ہے، ہوا کو جیسے روشن کردیتی ہے، اور آفتاب جیسے آئینوں کو اور فضاء میں پھیلی ہوئی بھوہاروں کو منور کردیتا ہے بلکہ یوں سمجھو کہ ناری صورت اور شمسی صورت، جیسے ان دونوں کے مادوں میں چمک دمک پیدا کردیتی ہے، ٹھیک اسی طرح سمجھنا چاہئے کہ ملاء اعلیٰ کی ہمتوں نے اور ان کی تمثیل کی قوت نے ہوا کو روشن کردیا تھا، اور درحقیقت اس معنوی اور باطنی نور کو یعنی ہدایت کی باطنی روشنی جو انسان مثالی پر قائم ہونے والی تجلی میں پائی جاتی ہے، اسی معنوی نور کو اس حسی نور کی شکل میں نمایاں کیا گیا تھا۔

آخر میں پوچھتا ہوں کہ غصہ کی حالت میں آنکھیں جو سرخ ہوجاتی ہیں، ظاہر ہے، کہ یہ سرخی ان عام رنگوں کے ذیل کی چیز نہیں ہوتی جو عام طور پر پائے جاتے ہیں، جیسے کسی سرخ جسم کے میل اور اتصال سے جس سرخ رنگ کو حاصل کیا جاتا ہے، مثلاً کسم کے پھول سے کپڑے کا اتصال پیدا کرکے جیسے رنگ پیدا کیا جاتا ہے، یا چمکیلے اجسام مثلاً آفتاب کے اثر انداز ہونے سے جو رنگ پیدا ہوتے ہیں، غصہ کی حالت میں آنکھوں کی سرخی اس نوعیت کے رنگ سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ آدمی کے اندر جو جذبہ ابھرتا ہے، سرخی اسی سے پیدا ہوتی ہے، بس اسی طرح سمجھنا چاہئے کہ نار موسیٰ کی روشنی کسی آتشیں یا نورانی جسم کے اتصال سے نہیں پیدا ہوتی تھی۔ بلکہ شخص اکبر کے باطن کا ایک اقتضاء تھا، جس سے یہ روشنی موسیٰ کے سامنے ظاہر ہوئی تھی۔

# خاتمہ

## تجلی کے متعلق بعض سوالات اور ان کے جوابات

---

**تنبیہ:** پوچھنے والا اگر پوچھے کہ تجلی میں اور متجلی میں کیا نسبت ہوتی ہے؟ یعنی تجلی اور جو ذات تجلی کرتی ہے، جسے متجلی کہتے ہیں، کیا دونوں ایک ہی چیز ہے یا یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں؟ جواب اس کا یہ ہے کہ جس کے لیے تجلی کرنے والا تجلی کرتا ہے، جسے متجلی لہ بھی کہتے ہیں، اگر تجلی سے مراد وہ چیز ہے جس کی طرف یہی متجلی لہ توجہ کرتا اور اشارہ کرتا ہے، اور یہ کہ احکام و آثار تجلی میں جس چیز کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں، اگر اس کے متعلق تمہارا سوال ہے، تو تجلی بعینہٖ متجلی ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، اور اس سوال سے کہ تجلی اور متجلی دونوں ایک ہی چیز ہے، یا الگ الگ چیزیں ہیں؟ پوچھنے والے کی غرض اگر یہ ہو کہ ظہور کی ایک شکل ظہور کی دوسری شکلوں سے جو ممتاز ہو تی ہے، اس اعتبار سے تجلی اور متجلی کے ظہور کی کیا نوعیت ہے، تو اس لحاظ سے ظاہر ہے کہ تجلی کی ذات متجلی کی ذات سے الگ ہو جائے گی، کیونکہ تجلی کا ظہور بعینہٖ متجلی کا ظہور نہیں ہے، عام طور پر متوسط درجے کی عقل رکھنے والوں اور قیل و قال کی گورکھ دھندوں میں جو مبتلا ہیں، ان کی سمجھ سے اسی کو زیادہ مناسبت ہے، یعنی ایسی دو چیزیں جن میں سے ایک کا ظہور دوسرے کے ظہور سے ممتاز ہو، دونوں کو بجز اس کے کہ باہم ایک دوسرے کا غیر سمجھیں، اور کوئی بات ان کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتی۔

بہر حال ظہوری امتیاز کی حیثیت سے اس میں شک نہیں کہ تجلی اور چیز ہے، اور متجلی اور ہے لیکن متجلی چونکہ تجلی کو اپنی ذات کا عنوان بنا لیتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ دونوں میں غیریت کا جو یہ تعلق ہے، وہ دب کر اور پوشیدہ ہو کر رہ جاتا ہے۔

**تنبیہ:** عوام (فلاسفہ و ارباب درس کی زبانوں) پر "عقول مجردہ" کا قصہ جو چڑھا ہوا ہے[1] یعنی سمجھا جاتا ہے، کہ کائنات اور خالق کائنات کے درمیان ایسے عقول کا جو مادے سے مجرد اور پاک ہیں، ایک سلسلہ پایا جاتا ہے (جنھیں عقول عشرہ بھی کہتے ہیں)، اس خیال کی مختلف لوگوں نے مختلف توجیہیں کی

---

[1] پہلے گذر چکا ہے کہ ایک سے چونکہ فلاسفہ کے نزدیک ایک ہی چیز پیدا ہو سکتی ہے، اس لیے خدا کے متعلق ان کا خیال ہے کہ صرف ایک چیز پیدا ہو کے جس کا نام ان کی اصطلاح میں عقل اول ہے، جس کا مثل عقل اول میں چند چیزوں کے (بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)

ہیں، ایک تاویل اور توجیہ تو اس نظریہ کی وہی ہے جس کا ذکر باطن الوجود کی بحث میں گذر ہی چکا ہے، یعنے عقول سے مراد اسماء کونیہ ہیں، اور دوسری تاویل یہ ہے کہ اسماء کونیہ نہیں بلکہ مراد ان سے اسماء الٰہیہ ہیں، گویا لاہوت کے تنزلات کی تعبیر ان لوگوں کے نزدیک عقول مجردہ کے لفظ سے کی گئی ہے۔

لیکن تمام توجیہوں اور تاویلوں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ واضح توجیہ اس نظریہ کی یہ ہے کہ عقول کے لفظ سے مراد تجلیات ہیں، یعنے اپنی تجلی اعظم کے لحاظ سے تو واجب تعالیٰ کی ذات "لاہوت" ہے، اور اسی لاہوت کی عرش اعظم پر جو تجلی ہوتی ہے، اسی کو "عقل اول" کہتے ہیں، اسی طرح آٹھویں فلک کی نوع کا جو امام ہے، اس پر لاہوت کی جو تجلی قائم ہے، اسی کی تعبیر عقل ثانی سے کرتے ہیں، یا خود فلک ہشتم پر لاہوت کی جو تجلی قائم ہے، اسی کو عقل ثانی کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، باقی عرش پر قائم ہونے والی لاہوت کی تجلی میں کامل انبساط اور پھیلاؤ کا رنگ جو پیدا ہوا یعنے جسے حظیرۃ القدس بھی کہتے ہیں، اسی کو فلاسفہ "عقل فعال" کے نام سے موسوم کرتے ہیں، اسی طرح انواع کی مثالی صورتوں میں لاہوت کی، جو تجلیاں ہوتی ہیں، ان ہی کو "ارباب الانواع" کہتے ہیں اور انسان مثالی پر لاہوت کی جو تجلی قائم ہے، اسی کو روح القدس بھی کہتے ہیں، اور اشراقی حکماء اسی کو نوع انسانی کا رب خیال کرتے ہیں۔

تنبیہ: شریعت اور دین کے الٰہیات میں غور و فکر کرتے ہوئے ارباب بصیرت کو چاہیئے کہ اپنا نصب العین وہ اسی چیز کو بنالیں، جس کا ذکر پہلے بھی متعدد بار کیا جا چکا ہے، یعنے کسی شے کی ذات کے لیے جو احکام ثابت ہوتے ہیں، اور جن مشتق الفاظ کا اس پر اطلاق کیا جاتا ہے، یا جن مشتق الفاظ کی ذات مصداق بنائی جاتی ہے، اس کی دو شکلیں ہیں، ایک تو اس کا وہی عام معمولی عادی طریقہ ہے، یعنے خود ذات میں (ان مشتقات اور احکام) کے منشاء کا جب قیام ہوتا ہے، تب ان احکام کو اس ذات کی طرف منسوب کرتے ہیں، اور جو لفظ اس منشاء سے مشتق ہوتا ہے، اس کا ذات پر اطلاق کیا جاتا ہے، ایسی صورت میں جو باتیں ذات کے لیے ثابت ہوتی ہیں، ان پر ذات کے متقدم ہونے کا

---

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) لوازم سے کثرت پیدا کرتے ہیں، اور اس کے بعد اس سے کہتے ہیں کہ عقل ثانی اور فلک اول پیدا ہوا، اسی طرح نیچے اترتے ہوئے ایک عقل اور ایک فلک کی پیدائش کے سلسلہ کو ان لوگوں نے فرض کیا ہے، آخری عقل عقل فعال ہے، تمام انسانی نفوس پر وہی مسلط ہے، سب پر چونکہ اسی کا عمل دخل ہے اس لیے اس کو فعال کی صفت سے متصف اہل فلسفہ نے کیا ہے"۔ ۱؎ اشراقی حکماء کا خیال ہے کہ دنیا میں جتنی چیزیں پائی جاتی ہیں، ان میں ہر چیز کے ہر نوع مثلاً انسان، گھوڑے بیل وغیرہ کا الگ الگ مربی ہے، گویا ہر نوع کا مربی ان کی اصطلاح میں "رب النوع" کہلاتا ہے"۔

مطلب بس وہی ہوتا ہے، جو عارض پر معروض کے مقدم ہونے کی نوعیت ہے،

اور دوسرا غیر معمولی اور غیر عادی طریقہ ہے، اسی لئے یہ مشہور بھی نہیں ہے، یعنے تجلی میں منشاء کے قیام کی وجہ سے ذات پر اس منشاء سے مشتق شدہ الفاظ کا اطلاق کیا جائے، ایسی صورت میں جو باتیں ذات کو ثابت ہوتی ہیں، ان پر ذات کے مقدم ہونے کی نوعیت اور ان چیزوں سے ذات کے مجرد اور جدا ہونے کی کیفیت وہ نہیں ہوتی ہے جو عارض و معروض کے تقدم کی ہے، بلکہ یہ تقدم واقعی ہوتا ہے۔

بہرحال مشتق الفاظ کا اطلاق ذات پر ہر حال میں مجازی نہیں بلکہ حقیقی اطلاق ہے، اور آثار کے ظہور میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں ہوتی، بلکہ ہر حال میں، ان کا ظہور کامل شکل میں ہوتا ہے، مندرجہ بالا مقدمات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ اعتقاد کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کلام لفظی کے ساتھ متکلم ہیں یعنے ان کی مختلف تجلیوں میں ایک تجلی یہ بھی ہے، اور یہ کہ خدا کا متکلم ہونا صرف نفسی کلام ہی میں منحصر و محدود نہیں ہے، یہ ایسا اعتقاد ہے جس کے ساتھ اپنے آپ کو مطمئن کرنا واجب اور ضروری ہے، آخر تکلم یا بولنے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ تجلی میں کلمات اور الفاظ کو پیدا کیا جائے آدمی کے متعلق بھی جب ہم کہتے ہیں یعنے کہتے ہیں کہ زید بول رہا ہے، تو اس کا مطلب بھی ظاہر ہے کہ یہی ہوتا ہے، کہ حلق اور زبان میں زید الفاظ کو پیدا کر رہا ہے، (میں نہیں جانتا کہ ان دونوں باتوں میں آخر کیا فرق ہے) اسی لئے سمجھنا چاہئے کہ لفظی کلام کا حق تعالیٰ کی طرف انتساب ایسا ہی ہے جیسے ہم لوگوں کی طرف ہمارا کلام منسوب ہوتا ہے،

وربّ السماء والارض انه لحق مثل ما انكم تنطقون

پس آسمان وزمین کے خدا کی قسم یہ حق ہے، اسی طرح حق ہے جیسے تم جو کچھ بولتے ہو یہ واقعہ ہے۔

اے پروردگار! تو نے جو کچھ نازل فرمایا ہے ہم نے اسے مان لیا "اور تیرے رسول کے ہم لوگ پیرو ہو گئے پس پروردگار! لکھ لیجئے ہم لوگوں کو شاہدین (یعنے گواہی دینے والوں کے) ساتھ اور فقط اپنے فضل و کرم سے ہمیں نبیوں اور صدیقوں اور شہداء و صالحین کے زمرے میں شریک فرمالیجئے" اور بنا دیجئے ہمیں ان لوگوں میں جو چل پڑے ہیں راہ پر ان بزرگوں کی جنہیں آپ نے چن لیا ہے، اور جن کا انتخاب ساری دنیا میں آپ نے فرمالیا ہے، اور توفیق دیجئے ان لوگوں کے اتباع کی جنہوں نے آپ کی مضبوط ڈوری (حبل متین) کو تھام لیا ہے، اور آپ کے رسول امین کی سنت کو جنہوں نے اختیار کر لیا ہے، صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

الٰہ العٰلمین! ہماری دعا قبول فرمالیجئے، کیونکہ بغیر کسی استحقاق کے آپ کی طرف سے انعام کی ابتداء ہوتی ہے، داد و دہش میں آپ بے مثال ہیں، ایسا نہیں ہے کہ نافرمانوں کی نافرمانیوں کی گنجائش آپ کے حلم میں نہ سمائے، ایسا ہو سکتا ہے کہ مانگنے والوں کی مانگ اور طلب کو پورا کرتے میں نہ رہ جانے کا خطرہ آپ کے سامنے آئے